امام محمد بن الحسن شیبانی ؒ کی کتابوں میں رواۃ حدیث کے بارے میں جرح وتعدیل کے مباحث: ایک تحقیقی جائزہ

اسد اللہ خان پشاوری*

Abstract

The sciences of Ḥadīth, *founded by Muslim scholars, are unprecedented. One among such sciences is* Jarḥ wa Taʻdīl *that illuminates the ways for measuring the characters of the ḥadīth narrators. This paper sheds light on the views of a luminary of* Ḥanafī *School of law,* Imām Muḥammad b. al-Ḥasan al-Shaybānī *who had attained the knowledge of* ḥadīth *with the celebrity of his own time,* Imām Mālik *and many others. In addition to his profound contribution in* fiqh, Imām Shaybānī *contributed largely in the sciences of* Ḥadīth. *The present paper analyses his views concerning the science of Jarḥ o Taʻdīl. Imam* Shaybānī *reaffirmed many scholars and emphasized his students to attain education with them and, similarly, he critically evaluated many others. In the following lines his views are analyzed.*

Keywords: ʻUlūm al-Ḥadīth, Jarḥ o Taʻdīl, Imām Muḥammad b. al-Ḥasan al-Shaybānī, Imām Mālik, Muḥaddithūn.

تعارف

مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی احادیث اور تاریخی اخبار کی تحقیق کے لیے علوم حدیث اور جرح وتعدیل کی جس علم کی بنیاد ڈالی ہے، اس کی نظیر دوسری اقوام کے ہاں ملنا مشکل ہے، اس میں مسلمانوں کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ مشہور عیسائی مستشرق اسد رستم باز (ت ۱۹۶۵ء) نے اس بارے میں تحقیق کے بعد اعتراف کیا ہے کہ "سب سے پہلے جس نے تاریخی روایات کی تنقید کی اور اس کے لیے قواعد وضع کیے وہ دین اسلام کے علماء ہیں"۔ ان کے الفاظ ہیں: "وأول من نظّم نقدَ الرِّواياتِ التَّاريخية ووَضَعَ القواعدَ لذلك علماءُ الدِّين الإسلامي". [1]

---

* متخصص فی الحدیث والفقہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاون کراچی، ایم فل عبد الولی خان یونیورسٹی، مدرس جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور۔ ibnulasadkhan@yahoo.con

(1) الدكتور أسد رستم باز ، **مصطلح التاريخ**، (بيروت : المكتبة العصرية، الطبعة الأولى : 2002ء)، ص: ۵۔

امام محمد بن حسن شیبانیؒ (ت ۱۸۹ھ) عالم اسلام کے ان نامور شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے نہ صرف علم حدیث کی روایتی پہلو سے تدوینی کردار ادا کیا ہے، بلکہ علم حدیث کی درایتی پہلو سے بھی ان کی تحریرات سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ امام محمدؒ نے اسلام کی بنیادی علوم کے بارے میں قیمتی کتابوں کا جوذخیرہ چھوڑا ہے، ان میں سے اکثر کتابیں شائع بھی ہوگئی ہیں۔امام محمدؒ کی بعض کتابیں خالص فقہی مسائل پر مشتمل ہیں جیسے جامع صغیر ہوگئی،اور بعض کتابیں خالص علم حدیث کے روایتی پہلوپر ہیں جیسے کتاب الآثار اور الموطا،اگرچہ اس میں بھی جابجاعلوم حدیث اور جرح وتعدیل کے درایتی پہلو کے چند مباحث کا ذکر ہے۔البتہ امام محمدؒ کی بعض کتابوں میں علوم حدیث کے مباحث زیادہ ہیں، جیسے کتاب الاصل اور کتاب الحجہ علی اہل المدینہ۔ "کتاب الاصل" میں ذکر کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار بتیس (۱۶۳۲) ہیں اور جابجا اس میں "علوم حدیث" کا استعمال ہے۔[2] اور "الحجہ علی اھل المدینہ" میں اہل کوفہ اور اہل مدینہ کے اختلافی مسائل کا مدلل بیان ہے اور جابجا اس میں علوم حدیث اور جرح وتعدیل کے قواعد استعمال کیے گیے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں امام محمدؒ کی کتابوں میں علوم حدیث کے دیگر مباحث سے قطع نظر صرف جرح وتعدیل کے مباحث ذکر کیے جائیں گے۔

تنبیہ: متقدمین کے ہاں جرح وتعدیل کے مباحث زیادہ نہ ہونے کی وجوہات

واضح رہے کہ امام محمدؒ کا زمانہ متقدمین کا زمانہ تھا اور متقدمین کے زمانے میں راویوں کے جرح وتعدیل کے مباحث کم سے کم ہوتے تھے،اس کی وجوہات دو ہیں، ایک تو اس وجہ سے کہ سند کے راویوں کا سلسلہ مختصر ہوتا ہے، سند عالی ہوتی تھی، لہذا راویوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اس بارے میں بہت جلدی ہی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ سند کے راویوں سے متعلق مباحث جس قدر زمانہ گزرتا رہا، زیادہ ہوتے رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ متقدمین کے ادوار میں روات میں کذب کا شیوع نہیں تھا، جس کی وجہ سے روات میں کلام و جرح کے مباحث کم تھے، بعد کے زمانے میں ضعیف راویوں کی کثرت ہوئی، جس کی وجہ سے بعد کے علماء کے جرح وتعدیل کے مباحث بھی زیادہ ہوگئے۔

مگر اس کے باوجود امام محمدؒ سے جرح وتعدیل کے کئی اقوال منقول ہیں۔ سب سے پہلے صحابہ کرام کے بارے میں ان کے تعدیل وتوثیق کے اقوال نقل کرتے ہیں، اس کے بعد دیگر روات حدیث کے بارے میں تعدیل اور پھر جن کے بارے میں جرح کے اقوال منقول ہیں، نقل کرتے ہیں۔

(۱) امام محمدؒ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعدیل وتوثیق

ا۔ صحابہ کی مدح:

(2) بوينوكالن ، الدكتور ، محمد ، **مقدمة الأصل** ، (قطر: وزارة الأوقاف ، الطبعة الأولى : ۲۰۱۲ء)۔ ص:197.

امام محمدؒ نے کتاب الحجہ میں ایک جگہ صحابہ کی شاندار تعریف کی ہے، اور لکھا ہے کہ ان کا علم و فقہ بعد والوں سے زیادہ ہے، ملاحظہ ہو:

"قيل لهم: وكيف جاز هذا في ذلك الزّمان ولم يَجُز في هذا الزّمان ما جاء غير الأول أو جاء قوم أفقه من الأوّلين، ما العلمُ إلا علمَ الأوّلين الّذين رخصوا في ذلك، وما الفقهُ إلا فقهُهم، وهم كانوا أعلمَ بأمر رسول الله ﷺ وأقربَ به جهدا مِنّا، فلو رأوا ذلك قبيحا ما فعلوه". (3)

[ان سے کہا جائے گا کہ یہ بات کیسے اُس زمانے میں جائز ہو سکتی تھی اور اِس زمانے میں ناجائز ہو سکتی ہے، کیا پہلے زمانے کے لوگوں سے بھی بڑے فقہاء آئے ہیں کیا؟ علم تو وہی علم ہے جو پہلوں سے منقول ہے اور فقہ بھی انہیں کا ہے۔ صحابہ، نبی کریم ﷺ کے کاموں کے زیادہ علم رکھتے تھے، وہ نبی کریم ﷺ کے زیادہ قریب تھے، ہم سے زیادہ جہود اور خدمات والے تھے، اگر وہ اس کو برا سمجھتے تو کبھی نہ کرتے]۔

۲۔ صحابہ کے مابین اختلافی مسائل میں ادب کا لحاظ رکھنا:

امام محمدؒ صحابہ کرام کے اختلافی مسائل میں ادب کا خیال رکھتے تھے، دونوں طرف کے اقوال کو حق سمجھتے تھے، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وقد رُوي ذلك عن أمير المؤمنين عمرَ بن الخطاب رضي الله عنه. قَال مُحمد: قولُ العامّة على قول زيد بن ثابت وكُلٌّ إن شاء الله حسنٌ جميلٌ "(4)

[امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عام علماء کا فتوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول پر ہے، اور یہ دونوں قول ان شاءاللہ اچھے اور بہتر ہے]۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم حدیث میں حضرت عائشہ سے بڑے ہیں

امام محمدؒ کتاب الاصل میں ایک جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے راجح قرار دیتے ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم حدیث میں بڑھ کر ہے، ان کی عبارت ملاحظہ ہو:

"وكان حديثُ عمرَ أوثَق عندنا، وكان عمر أعلم بحديث رسول الله ﷺ من عائشة رضي

(3) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، 1 : 290۔

(4) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ٤ : ٢٠٩، ٢ : ٤١٧)، یہاں مہدی حسن صاحب کی تعلیق قابل مطالعہ ہے۔

الله عنها".[5] [یہاں پر امام محمدؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی ہے، لیکن آگے آرہا ہے کہ جہاں نبی کریم ﷺ کے گھریلو زندگی سے متعلق حدیث ہو وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دی ہے]۔

۴۔گھریلوں امور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو ترجیح دینا

"وقَال محمَّدُ بن الحَسَن: الآثَارُ في ذلك أنّه لا وضوءَ فيه، كثيرةٌ مَعرُوفةٌ، وهذا أمرٌ كان ابن مسعود يقولُه ولم نعلمه عن أحد إلا عن ابن مسعود، فأما ابنُ عباس فقَال: ليس في القبلة وضوءٌ، وأنَّ عليّ بن أبي طالب رضي الله عنه كان يقولُ: ليس في ذلك وضوء. والحَديثُ المشهورُ المَعرُوف عن عائشة رضي الله عنها أنّها كانت تقول: إن رسول الله ﷺ كان يتوضأ ثم يقبّل بعض نسائه ثم يمضي إلى الصّلاة ولا يُحدث وضوءا. **فعائشةُ أعلم بذلك من غيرها** ولا نراها كانت تعني بذلك إلا نفسها".[6][امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں کہ بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا، صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے قائل ہے کہ ٹوٹتا ہے، ان کے علاوہ کسی اور سے مجھے یہ قول معلوم نہیں ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ بوسہ میں وضو نہیں ہے۔اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ وضو فرماتے اس کے بعد اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو بوسہ دیتے اور نماز کے لیے چلے جاتے، دوبارہ وضو نہیں کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بارے میں دیگر صحابہ سے زیادہ جاننے والی ہیں، اور بظاہر میرا خیال ہے کہ اِس سے مراد اُن کی اپنی ذات ہے]۔

یہاں امام محمدؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے گھریلو زندگی سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو زیادہ علم تھا۔

۵۔اکابر صحابہ کی روایات کو حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کی روایت پر ترجیح دینا

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹنے کی روایت جو حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا[7] سے منقول ہے، اور وضو نہ ٹوٹنے کی روایت حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ کہاں بسرہ بنت صفوان اور کہاں یہ جلیل القدر صحابہ!۔اور امام محمدؒ مزید لکھتے ہیں کہ ایک طرف روایت کرنے والے سارے مرد

---

(5) الشَّيباني، **الاصل** 6ص :380-

(6) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :1ص : 65 ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے لیے ملاحظہ ہو: البيهقي، **السنن الكبرى** ، ج:1،ص:124، كتاب الطهارة، باب الوضوء من الملامسة.

(7) بسرہ رضی اللہ عنہا کے حالات ملاحظہ ہو: ابن حجر ، **الإصابة في تمييز الصحابة** ، 7 : 536.

ہیں، اور دوسری طرف صرف ایک عورت ہے، اس کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے۔ اور عورتیں کمزور عقل والی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد امام محمدؒ اپنے لئے دلیل کے طور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت کو اس وجہ سے رد کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی روایت کو ایک عورت کی وجہ سے کیسے چھوڑ دے معلوم نہیں اس نے صحیح یاد کیا یا نہیں۔ امام محمدؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

"والذي لا اختلافَ فيه عندنا أن علي بن أبي طالب وعبد الله بن مسعود وعمار بن ياسر وحذيفة بن اليمان وعمران بن حصين رضي الله عنهم لم يروا في مس الذكر وضوءا، فأين هؤلاء من بسرة ابنة صفوان، وهل ذكرتموه عن أحد غيرها".[8]

"فكيف تترك حديثَ هؤلاء كلهم واجتماعهم على هذا على حديث بسرة ابنة صفوان امرأة ليس معها رجل والنساء إلى الضعف ما هن في الرواية وقد اخبرت فاطمة بنت قيس عمر بن الخطاب رضي الله عنه أن زوجها طلقها ثلاثا فلم يجعل لها رسول الله ﷺ سكنى ولا نفقة فأبى عمر رضي الله عنه أن يقبل قولها وقال: ما كُنَّا لنجيز في ديننا قولَ امرأة لا ندري أحفظت أو نسيت فكذلك بسرة ابنة صفوان لا نجوز قولها مع من خالفها من أصحاب رسول الله ﷺ".[9]

(۶) عبداللہ بن مسعود اور علی رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بڑے عالم تھے

عدم رفع یدین کی روایات حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں اور رفع یدین کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ امام محمدؒ عدم رفع یدین کی روایات کو اس طرح راجح قرار دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، نبی کریم ﷺ کے احوال جاننے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بڑے علماء تھے، کیونکہ یہ حضرات علم و عمر میں بڑے تھے، اور نبی کریم ﷺ کی ہدایت تھی کہ نماز میں میرے قریب علم و عقل والے رہیں۔ اس وجہ سے پہلی اور دوسری صف میں بدری صحابہ کھڑے ہوتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بدری تھے۔ لہذا اِن حضرات نے نبی کریم ﷺ کی نماز کے احوال اچھے طریقے سے دیکھے ہیں، جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے چھوٹی عمر کے صحابی دور کھڑے ہوتے تھے۔

(8) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج: 1ص: 60

(9) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج: 1ص: 64.

ملاحظہ ہو:

"وقَال محمَّد بن الحَسَن: جاء الثّبتُ عن علي بن أبي طالب وعبد الله بن مسعود أنهما لا يرفعان في شيء من ذلك إلا في تكبيرة الافتتاح. فعلى ابن أبي طالب وعبدالله بن مسعود كانا أعلم برسول الله ﷺ من عبدالله عمر، لأنه قد بلغنا أن رسول الله وسلم ﷺ قَال: إذا أقيمت الصّلاة فليليني منكم أولو الأحلام والنهى ثم الذِين يلونهم ثم الذِين يلونهم. فلا نرى أن أحدا كان يتقدم على أهل بدر مع رسول الله ﷺ إذا صلى، فترى أن أصحاب الصف الأول والثاني أهل بدر ومن أشبههم في مسجد المسلمين، وأن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما ودونه من فتيانهم خلف ذلك، فنرى عليا وابن مسعود رضي الله عنهما ومن أشبههما من أهل بدر أعلم بصلاة رسول الله ﷺ لأنهم كانوا أقرب إليه من غيرهم وأنهما أعرف بما يأتي من ذلك. (10)

(۷)حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ترجیح دینا:

امام محمدؒ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے، فرماتے ہیں:

"قال محمَّد بن الحَسَن: قولُ علي بن أبي طالب رضي الله عنه أحبُّ إلينا أن نأخذ به من قول أبن عمر". (11)

(۸)حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُوثق اور بڑے قاضی ہیں

امام محمدؒ ایک جگہ اہل مدینہ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُوثق اور بڑے قاضی ہیں، فرماتے ہیں:

"وقَال محمد: هذا أمرٌ لم أكن أظن أن بين الناس فيه اختلافا للحديث المَعرُوف فيه عن عمر رضي الله عنه أنه يقرد بعيره بالسقيا وقَال أهل المدينةِ ليس على هذا العمل. **قَال محمدٌ: أخبرونا عنه هل جاء اختلافٌ للحديث فيه عن عمر أم جاء الحَديث عن غيره من هو أوثَق وأقضى منه ما عندهم في ذلك حديث عمن هو أوثَق من عمر رضي الله عنه وما يجحدون**

(10) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج: 1ص: 94.

(11) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج: 1ص: 311

حديثه". [12]

[امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میرا اس کے بارے میں یہ خیال نہیں ہے کہ اس میں اختلاف ہو گا، کیونکہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشہور حدیث منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ سے پسو کو علیحدہ کرتے تھے سقیا مقام پر۔ اہل مدینہ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان کی طرف سے یہ بات نہیں پہنچی کہ انہوں نے یہ حدیث کیوں نہیں لی، اس میں حضرت عمر سے کوئی اور قول پہنچا ہے یا ان کے علاوہ حضرت عمر سے بھی بڑے ثقہ اور بڑے قاضی کا قول پہنچا ہے کہ اُن کی حدیث کا انکار کرتے ہیں]۔

(۹) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ہیں

امام محمدؒ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"فإن قَالوا: إن عثمان بن عفان رضي الله عنه قد رأى ما قُلنَا، قُلنَا لهم: أجل قد رأى ما قلتم، ورأى عبد الله بن عمر ما قُلنَا فمن أخذ بقول عبد الله بن عمر لم يُسيء فهو إمام من أئمة المُسلمين مع ما بلغنا في ذلك عن زيد بن ثابت". [13]

[اگر وہ یہ کہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے قائل ہیں جو ہمارا مسلک ہے، تو ہم ان کو کہیں گے کہ بالکل یہ بات ٹھیک ہے، لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کے قائل ہیں جو ہمارا مسلک ہے، جس نے ان کے قول پر عمل کیا تو اس نے برا نہیں کیا کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کے اماموں میں سے ہیں، اس کے ساتھ اس جیسا ہمیں زید بن ثابت سے بھی منقول ہے]۔

(۱۰) عبداللہ بن عباس رضي اللہ عنھما حدیث میں سب بڑے عالم ہیں، ان کے جیسا تقوی اور فضیلت میں اور کوئی نہیں ہے۔ [14]

امام محمدؒ لکھتے ہیں:

"مع ما جاء عن ابن عباس مما رويتم وعبد الله بن عباس رضي الله عنهما أعرف بحديث رسول الله ﷺ. [15] وهذا ابن عباس قد رأى كل شيء مثل الطّعام فهل عندكم في هذا رجل

(12) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :2ص : 260، باب ما يجوز للمحرم أن يفعله

(13) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :2ص : 512

(14) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :2ص : 650

(15) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :2ص : 664

مثل ابن عباس في فضله وفقهه أنه رخص في ذلك". (16)

[تمہاری یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے اور وہ حدیث میں بہت بڑے عالم تھے"۔ابن عباس رضی اللہ عنہماسب کو کھانے جیسا سمجھتے ہیں کیا تمہارے پاس ان کے جیسا تقوی اور فضیلت میں اور کوئی ہے جس نے اس کی اجازت دی ہو]۔

(۱۱)حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث میں بڑے عالم ہیں:

امام محمدؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث میں بڑے عالم ہیں۔

"حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه المَعرُوف المشهور وهو كان اعلم بحديث رسول الله ﷺ"(۱۷)

(۱۲)حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ ثقہ ہیں:

امام محمدؒ لکھتے ہیں:

"فقد جاء الحديث عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه قال في الموت: أنه أسوة الغرماء **وعلي أعلم بحديث رسول الله ﷺ ممن تروون عنه وإنما تروون حديثكم هذا عن أبي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن أبي هريرة رضي الله عنه وعلي أوثق في حديث رسول الله ﷺ من أبي هريرة".** (18)

[حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث میں منقول ہے کہ موت کی صورت میں وہ قرض خواہ کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے "اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث میں اُن سے بڑے عالم تھے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ ثقہ ہیں]۔

اس سے اگلی عبارت میں فرماتے ہیں:

"قُلنَا لهم ما أسرعكم إلى الاحتجاج بالأثر الذي كان عندكم فهلا احتججتم بالأثر فيما مضى مما أبطلتم من البيوع بالظنون لو كان عندكم في ذلك آثار لاحتججم بها كما احتججتم في هذا مع أن الأثر عن أبي هريرة رضي الله عنه لا يعدل عندنا ما قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه

(16) الشَّيباني، **أيضا**، ج :2ص : 716

(17) الشَّيباني، **أيضا**، ج :2ص : 691

(18) الشَّيباني، **أيضا**، ج :2ص : 720

لأنّ قول على رضي الله عنه عندنا أثبت من رواية أبي هريرة رضي الله عنه". [19]

[ہم اُن سے کہیں گے کہ تم اس حدیث سے استدلال کرنے میں کیوں جلدی کر رہے ہو، تم گزری ہوئی حدیث سے استدلال کیوں نہیں کرتے جس سے کئی بیوع کو ناجائز قرار دیا تھا، اگر تمہارے پاس وہاں کوئی اور دلیل ہوتی تو اس سے استدلال کرتے جیسے یہاں کسی اور سے استدلال کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہمارے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے برابر نہیں ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ ثقہ ہیں]۔

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف:

امام محمدؒ نے ایک جگہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے کہ ان دونوں کا مقام بلند ہے اور نیک ہیں۔

"أرايتم لو كان عبد الله بن عُمَر وأبوه عُمَر بن الخطاب رضي الله عنهما في فضلهما وصلاحهما...". [20]

(۱۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ راسخین فی العلم میں سے ہیں:

امام محمدؒ لکھتے ہیں:

"قَالوا: أفترغب عن قول عُمَر ابن الخطاب رضي الله عنه؟ قيل لهم: لا ينبغي لأحد أن يرغب عن قول عُمَر بن الخطاب رضي الله عنه ولكن وجدنا قول علي بن أبي طالب رضي الله عنه فإنه فيها من الرّاسخين في العلم". [۲۱]

[آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے اعراض کر رہے ہیں ایسا کرنا کسی کے لئے مناسب نہیں ہے، ہاں ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ملا ہے جو راسخین فی العلم میں سے ہیں]۔

(۱۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں

امام محمدؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے **افضل** ہیں۔

---

(19) الشَّيباني، **أيضا**، ج :2ص : 720

(20) الشَّيباني، **أيضا**، ج :4ص : 96

(21) الشَّيباني، **أيضا**، ج :4 ص : 198

"وقَال محمَّد بن الحَسَن: هذا قول أبي هريرة ولا أعلم أهل المدينةِ رووه عن أحد غيره وقول عبد الله بن مسعود رضي الله عنه أحق أن يؤخذ به من قول أبي هريرة".[22]

(۱۶) عبداللہ بن عمر اور جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہم أوثق و أفقه ہیں

امام کے پیچھے قراءت کے مسئلے میں فریق مخالف نے قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، رافع بن جبیر بن مطعم اور ابن شہاب کے آثار سے استدلال کیا ہے تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ترک قراءت خلف الامام حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، اور یہ دونوں حضرات مذکورہ حضرات سے زیادہ ثقہ اور زیادہ فقیہ ہیں۔

"قَالوا: لأن القاسم بن محمد وعروة بن الزبير ورافع بن جبير بن مطعم وابن شهاب كانوا يقرؤن خلف الإمام فيما لا يجهر فيه الإمام بالقراءة. قيل لهم: فهؤلاء كانوا عندكم أعلم وأوثَق أم عبد الله بن عُمَر وجابر ابن عبد الله؟ قَالوا: بل عبد الله وجابر... فهذان أفقه ممن أخذتم عنه القراءة وفقيهُكم روى الحَديثين جميعا مع أحاديث كثيرة من أحاديث وترك قولكم".[۲۳]

(۲) امام محمدؒ کا مبہم شخصیات کی پہچان کرانا

امام محمدؒ نے بعض جگہوں پر مبہم شخصیات کی پہچان کرائی ہے، جیسے ایک حدیث میں ایک شخص کا ذکر ہے تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد معقل بن سنان رضی اللہ عنہ مراد ہے۔ اور ایک اور جگہ کتاب الآثار میں حضرت جابر بن زیدؒ سے روایت نقل کی ہے، اس کے بعد ان کا تعارف کیا ہے کہ جابر بن زید، ابو الشعثاء ہے۔ ان دونوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ حدیث میں رجل سے مراد حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ

امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ایک مقام پر ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی عورت کے بارے میں مسئلہ پوچھا، جس کا خاوند فوت ہو جائے اور اس کے لئے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو، اور خاوند نے دخول بھی نہ کیا ہو۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بارے نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث نہیں پہنچی ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ اپنی رائے بتادیں۔ تو حضرت عبد

(22) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج:1، ص: 299

(23) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج:۱، ص:۱۱۷

اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خیال یہ کہ اس عورت کو پورا مہر ملے گا اور اس عورت پر عدت بھی لازم ہے، اور اس کو میراث بھی ملے گا۔ اس مجلس میں بیٹھے ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ نے اس میں وہ فیصلہ کیا ہے جو نبی کریم ﷺ نے بروع بنت واشق اشجعیہ کے بارے میں فیصلہ کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس پر اتنے خوش ہوئے کہ اس سے پہلے کسی اور بات پر اتنے خوش نہیں ہوئے تھے۔

اب اس قصہ میں وہ شخص مبہم ہے جس نے یہ کہا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ہے۔ امام محمدؒ نے اس کی تحقیق کی ہے کہ یہ راوی معقل بن سنان رضی اللہ عنہ ہے، اور یہ صحابی ہے۔ یہ بات جہاں امام محمدؒ کی رجال کے بارے میں معرفت کی دلیل ہے وہاں اصول حدیث میں ایک اہم باب "مبهمات" کے متعلق بھی ان کی معرفت کا ثبوت ہے۔

کتاب الآثار کی عبارت ملاحظہ ہو:

"قَال محمد: أخبَرَنا أبوحَنِيفة، عن حماد، عن إبراهيم، عن عبد الله بن مسعود: أن رجلا أتاه فسأله عن رجل تزوج امرأة فلم يفرض لها صداقها ولم يدخل بها حتى مات. قَال: ما بلغني في هذا عن رسول الله ﷺ شيء. قَال: فقل فيها برأيك. قَال: أرى لها الصداق كاملا، ولها الميراث وعليها العدة. فقَال رجل من جلسائه: قضيت والذي يُحلف به بقضاء رسول الله ﷺ في بروع بنت واشق الأشجعية. قَال: ففرح عبدالله بن مسعود فرحة ما فرح قبلها مثلها بموافقة رأيه قول رسول الله ﷺ.

قال محمد: وبه نأخذ، لايجب الميراث والعدة حتى يكون قبل ذلك صداق، وهو قول أبي حَنِيفة. **قَال محمد: والرجل الذِي قَال لعبد الله بن مسعود ما قَال: معقل بن يسار (والصواب: سنان) الأشجعي، وكان من أصحاب رسول الله ﷺ.**"[٢٤]

حافظ ابن حجرؒ نے بھی الایثار میں اسی وجہ سے معقل بن سنان کے حالات میں لکھے ہیں، ان کی عبارت ملاحظہ ہو:

"(362) عبدالله بن مسعود أتى رجل من أهل الطائف فرحل الناقة الحديث هو الأسلع بن شريك أخرجه الطبراني من حديثه وعنه أن رجلا استفتاه في قصة بروع بنت واشق فقال له

(24) الشَّيباني، **كتاب الآثار**، (تحقيق: المعصراوي) ج : ١ ص : ٤٢٨ ، رقم الحديث: ٤٠٩. الشَّيباني، **كتاب الآثار**، طبعة (كراتشي: الرحيم أكيدمي) ، أيوب الرشيدي، **الجمع بين الآثار**، ص٢٥٥ ، الرقم: ٤٠٦ ، وص ٤١٤ ، رقم ٢٣٨ . لیکن ان تمام مقامات میں معقل بن یسار ہے، جبکہ درست معقل بن سنان ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کی کتاب الایثار میں ہے، نیز یہ حدیث **مصنف ابن ابی شیبہ** ج: ۹ ص ۳۱۵ میں ہے، محقق شیخ محمد عوامہ لکھتے ہیں کہ صحیح معقل بن سنان ہے۔

الرجلُ المستفتي ما عرفته، والقائل هو معقل بن سنان الأشجعي ووقع مبينا في الأصل". (٢٥)

معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کے حالات:

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: معقل بن سنان اشجعی، صحابی ہے اور ان کی احادیث ہیں۔ انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے قوم کا جھنڈا اٹھایا تھا، حدیث بروع کے راوی ہے۔ ان کے شاگرد: علقمہ، مسروق، اسود، سالم بن عبد اللہ بن عمر حسن بصری وغیرہ ہیں۔ ان کے اساتذہ: نبی کریم ﷺ، نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں صحابہ میں ان کے علاوہ کسی کی ابو علی کنیت نہیں ہے۔(٢٦) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ۶۳ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔(27)

۲۔ ابو الشعثاء سے مراد جابر بن زید رضی اللہ عنہ ہے

امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ایک جگہ حضرت جابر بن زیدؒ سے روایت نقل کی ہے، اس کے بعد ان کا تعارف کیا ہے کہ جابر بن زید، ابو الشعثاء ہے۔ ملاحظہ ہو:

"قَال محمد: أخبَرَنا أبوحَنِيفة، قَال: حدَّثنا عمرو بن دينار، عن جابر قَال: إذا خير الرجلُ امرأته فقامت من مجلسها فلا خيار لها. قَال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حَنِيفة. قَال محمد: الذِي روى عنه جابر بن زيد أبو الشعثاء".(٢٨)

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں بھی ایک جگہ ان کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: "وبلغنا عن جابر بن زيد أبي الشعثاء". (٢٩)

حافظ ابن حجرؒ نے بھی "الإيثار برواة الآثار" میں امام محمدؒ کی بات ذکر کی ہے، اور اس کے ساتھ اتفاق کیا ہے: "أبو الشعثاء هو جابر بن زيد".(٣٠)

---

(25) ابن حجر، **الإيثار بمعرفة رواة الآثار**، ص: 218.

(26) الذهبي، **تاريخ الإسلام**، ج: 5، ص: 251.

(27) ابن حجر، **الإصابة في تمييز الصحابة** 6، ص: 181.

(28) الشَّيباني، **كتاب الآثار**، (تحقيق: المعصراوي) ج: ٢ ص: ٥٤٠، رقم الحديث: ٥٣٨. الشَّيباني، **كتاب الآثار**، (كراتشي: الرحيم أكيدمي) ص٢٨٨ الرقم: ٥٣٣، **أيوب الرشيدي، الجمع بين الآثار**، ص٤٥٦، الرقم: ٢٨٥۔

(29) الشَّيباني، **الأصل**، ج: ١٠، ص: ٢٥٦۔

(30) ابن حجر، **الإيثار بمعرفة رواة الآثار**، ص: ٢٠٦۔

ابو الشعثاء جابر بن زید کے حالات:

ابو الشعثاء جابر بن زید ازدی یحمدی، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بڑے شاگردوں میں سے تھے، ان سے عمرو بن دینار، قتادہ، ایوب سختیانی روایت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر اہل بصرہ جابر بن زید کے قول کو حاصل کریں تو ان کو کتاب اللہ کے بارے میں وسیع علم والا پائیں گے "۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم مجھ سے مسائل پوچھتے ہو جبکہ تمہارے پاس جابر بن زید ہیں۔ ان کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا ہے، بعض کہتے ہیں کہ ایک سو تین ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے۔[31]

(۴) امام محمدؒ کی توثیق و تعدیل کے اقوال

(۱) امام محمدؒ کی امام زہریؒ کی تعریف

امام محمدؒ، امام زہریؒ سے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اہل مدینہ میں سے حدیث رسول اللہ ﷺ کے بارے زیادہ علم اور فقہ والے ہیں۔

"والأحاديث في ذلك كثيرة عن رسول الله ﷺ مشهورة مَعرُوفة أنه جعل دية الكافر مثل دية المسلم وروى ذلك **أفقههم وأعلمهم في زمانه وأعلمهم بحديث رسول الله ﷺ ابن شهاب الزهري** فذكر أن دية المعاهد في عهد أبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم مثل دية الحر المسلم فلما كان معاوية رضي الله عنه جعلها مثل نصف دية الحر المسلم **فإن الزهري كان أعلمهم في زمانه بالأحاديث فكيف رغبوا عما رواه أفقههم الى قول معاوية**".[32]

[اس بارے میں نبی کریم ﷺ کی احادیث مشہور و معروف زیادہ ہیں کہ نبی ﷺ نے کافر کی دیت مسلمان کی دیت جتنی ہے، اس کو ابن شہاب زہری نے روایت کیا ہے جو حدیث رسول میں اپنے زمانے میں سب بڑے عالم اور بڑے فقیہ تھے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ذمی کی دیت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں آزاد مسلمان جتنی تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس کو آدھا کر دیا، تو امام زہریؒ اپنے زمانے میں سب سے بڑے فقیہ تھے تو انہوں نے ان سے اعراض کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول کیوں اختیار کیا]۔

(۲) عروہ بن زبیرؓ حدیث و سنت میں ابن شہاب زہریؒ سے بڑے عالم ہے

امام محمدؒ ایک جگہ عروہ بن زبیرؓ کو امام زہریؒ پر ترجیح دی ہے کہ عروہ بن زبیرؓ حدیث و سنت میں ابن شہاب زہریؒ

(31) الذهبي، **تاريخ الإسلام**، ج: ٦، ص: ٥٢٤

(32) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج:۴، ص:۳۵۱

سے بڑے عالم ہے۔

"فهذا قول عروة بن الزبير، وهو كان أفقه وأعلم بالرواية والسنة من ابن شهاب".[۳۳]

(۳)عطاء خرسانی ہمارے نزدیک ثقہ ہے

امام محمدؒ نے ایک جگہ راوی عطاء خرسانی کے بارے میں کلام کیا ہے کہ عطاء خرسانی اگرچہ ہمارے نزدیک ثقہ ہے لیکن اہل مدینہ کو اپنے امام سعید بن المسیبؒ کا قول عطاء خرسانی سے نقل نہیں کرنا چاہئے۔ "أما أني لم أرد بذلك عيب عطاء الخرساني وإن كان عندنا لثِقَة".[۳۴]

عطاء خرسانیؒ کے حالات میں بھی اگر دیکھا جائے تو محدثین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، لیکن سعید بن المسیب سے ان کی روایت کو کمزور قرار دیا ہے، یہی بات امام محمدؒ نے بھی فرمائی ہے۔

عطاء خرسانیؒ کے حالات:

عطاء بن ابی مسلم خراسانی، مہلب بن ابی صفرہ کے آزاد کردہ غلام تھے، صحاح ستہ کے راوی ہے، کئی صحابہ سے مرسلا روایت نقل کرتے ہیں، عکرمہ اور یحیی بن یعمر اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے عثمان، اوزاعی، مالک اور شعبہ روایت کرتے ہیں۔ جہاد میں ساری رات جاگ کر نماز ادا کرتے، سحری کے وقت تھوڑا سوتے تھے۔ ۱۳۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[35]

حافظ ابن حجرؒ **تقريب التهذيب** میں فرماتے ہیں:

"عطاء بن أبي مسلم أبو عثمان الخراساني واسم أبيه ميسرة وقيل عبدالله صدوق يهم كثيرا ويرسل ويدلس من الخامسة مات سنة خمس وثلاثين لم يصح أن البخاري أخرج له.[۳۶]

[یہ صدوق ہیں لیکن ان سے بہت وہم ہوتے ہیں، ارسال اور تدلیس بھی کرتا تھا، ۱۳۵ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے، یہ بات درست نہیں ہے کہ امام بخاری نے اس کی حدیث اپنے صحیح میں ذکر کی ہے]۔

---

(33) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج: ۱: ۳۸ ـ۳۹.

(34) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج: ۱، ص:۱۲۹

(35) الذهبي، **الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة**، ج:۲ص: ۲۳

(36) ابن حجر، **تقريب التهذيب**، ص:۳۹۲

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: **تاریخ الاسلام، تہذیب التہذیب**۔[۳۷]

(۴) داود بن ابی ہندؒ، سعید بن المسیبؒ سے زیادہ حدیث میں ماہر ہیں:

امام محمدؒ فرماتے ہیں: "داود بن ابی ہندؒ، سعید بن المسیبؒ سے زیادہ حدیث میں ماہر ہیں"

"وداود بن أبي هند كان أعرف عندنا بحديث (سعيد بن المسيب) من عطاء الخرساني".[۳۸]

داود بن ابی ہند کے حالات:

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ داود بن ابی ہند قشیری، ثقہ اور متقن تھے لیکن آخر میں ان کو وہم ہوتا تھا"۔ ملاحظہ ہو:

"داود بن أبي هند القشيري مولاهم أبو بكر أو أبو محمد البصري ثِقَة متقن كان يهم بأخرة من الخامسة مات سنة أربعين وقيل قبلها خ ت م 4"۔[39]

ان کا انتقال ۱۳۹ھ میں ہوا ہے، ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ ۱۴۰ھ میں ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو تفصیلی حالات کے لیے **تاریخ الاسلام**۔[40]

(۵) جابر جعفی کا درجہ امام محمدؒ کے نزدیک

جابر الجعفی کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی مشہور جرح ہے: "ما رأيتُ أحدا أكذب من جابر الجعفي، ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح".[41] "میں نے جابر جعفی سے بڑا کذاب نہیں دیکھا اور نہ عطاء بن رباح سے افضل کسی کو دیکھا"۔

لیکن امام محمدؒ کے طرز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جابر الجعفی حجت ہے، چنانچہ موطا میں اسرائیل

---

(37) الذهبي، **تاريخ الإسلام**، ج:8، ص:490، ابن حجر، **تهذيب التهذيب**، ج:7، ص:191

(38) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج:۱، ص:۱۷۱

(39) ابن حجر، **تقريب التهذيب**، ص:۲۰۰

(40) الذهبي، **تاريخ الإسلام**، ج:۸، ص:۴۱۳

(41) الترمذي، **علل الترمذي الكبير**، ج:۲، ص: ۴۴۷

سبیعی کے واسطے سے اُن سے روایت نقل کی ہے۔[42] تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں اُن کا اجتہاد امام ابو حنیفہؒ سے مختلف تھا، چنانچہ علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں:

"على أن جرح الرجال مما تختلف فيه أنظار أهل العلم، فجابر الذِي يكذبه أبوحَنِيفة يروي عنه الثوري ومحمَّد بن الحَسَن، ويحتجان بروايته، وهما غير ملزمين بمتابعة أبي حَنِيفة في تجريح جابر، والمجتهد إنما يتابع اجتهاد نفسه".[٤٣]

د راویوں کے بارے میں جرح وتعدیل بھی ایک اجتہادی فن ہے جس میں اہل علم کی آراء مختلف ہو سکتی ہیں، چناچہ جابر جعفی کو امام ابو حنیفہؒ کذاب قرار دیتے ہیں جبکہ امام محمدؒ اور امام سفیان ثوریؒ اُن سے روایت کرتے ہیں، اور ان کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اور یہ دونوں اس جرح میں امام ابو حنیفہؒ کے پابند نہیں ہیں، مجتہد تو اپنے اجتہاد کا پابند ہوتا ہے]۔

اور علامہ کوثریؒ "تانیب الخطیب" میں لکھتے ہیں:

"ثم جابر الجعفي، روى عنه شعبة مع تشدده، ووثقه الثوري، فلا لوم على محمَّد بن الحَسَن إذا ترجح عنده كونه ثِقَة، وليس بواجب عليه أن يأخذ بقول أبي حَنِيفة فيه، المنقول في "علل الترمذي"، لأن محمَّد بن الحَسَن مجتهد مثله، يوثق و يضعف بما يلوح له من الأدلة".[٤٤]

[شعبہ باوجود متشدد ہونے کے جابر جعفی سے روایت کرتے ہیں، اور سفیان ثوریؒ نے جابر جعفی کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اس لیے امام محمدؒ پر کوئی ملامت نہیں کہ انہوں نے جابر جعفی کو ثقہ قرار دیا ہے، نہ ان پر یہ لازم ہے کہ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کو اختیار کرے جو علل ترمذی میں منقول ہے۔ کیونکہ امام محمدؒ بھی خود مجتہد ہیں، وہ راویوں کو اپنے دلائل سے ثقہ اور مجروح کرتے ہیں]۔

علامہ ابن عبد البرؒ نے امام محمدؒ پر ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے رد کیا جس میں جابر جعفی ہے، وہ لکھتے ہیں: "قَال أبو عُمَر: قد احتج محمَّد بن الحَسَن لقوله ومذهبه في هذا الباب بالحَديث الذِي "ذكره" أبو المصعب أن رسول الله ﷺ قَال لا يؤمن أحد بعدي قاعدا وهو حديث لا يصح عند أهل العلم بالحَديث إنما يرويه جابر الجعفي عن الشعبي مرسلا وجابر الجعفي لا يحتج بشيء يرويه مسندا فكيف بما يرويه مرسلا؟"[٤٥]

(٦) امام ابو یوسفؒ کی توثیق:

(42) الشَّيباني، **موطا** ص: ١٥٩۔

(43) الكوثري، **النكت الطريفة**، ج:1ص:196۔

(44) الكوثري، **تأنيب الخطيب**، ص:٣٥٨۔

(45) ابن عبد البر، **التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد**، ج: 6، ص: 143۔

امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کے بارے میں کئی جگہ توثیق کے کلمات لکھے ہیں، ملاحظہ ہو:

أخبَرَنا الثِّقة من أصحابنا. (46) حاشیہ میں علامہ مہدی حسن صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد امام ابو یوسفؒ ہیں۔

أخبَرَنا الثِّقة من أصحابنا. (47) أخبَرَنا الثِّقة من أصحابنا، قَال: أخبَرَنا محمد بن جابر الحنفي. (48) أخبَرَنا الثِّقة من أصحابنا قَال أخبَرَنا أبن لهيعة. (49) أخبَرَنا الثِّقة من اصحابنا قَال أخبَرَنا أبن لهيعة. (50) أخبَرَنا الثِّقة من أصحابنا. (51) محمد قَال أخبَرَنا الثِّقة من اصحابنا عن عبد الله بن لهيعة. (52) محمد قَال أخبَرَنا الثِّقة من اصحابنا عن هشام بن عروة. (53)

(۷) امام مالکؒ کی توثیق:

امام محمدؒ نے کئی جگہ امام مالکؒ کو توثیق اور تعریف کے الفاظ سے یاد کیا ہے، ملاحظہ ہو:

وقَال محمَّد بن الحَسَن قد روي فقيه أهل المدينةِ مالك بن أنس غير ما قَال اصحابه.(54)

یہاں امام مالک کو فقیہ اہل المدینہ کہا ہے، کئی جگہ إمامکم لکھا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: "وقد روى فقيهكم مالك بن أنس". (55)

(۸) ابن ابی ذئب اور ابن شہاب زہری کی توثیق

(46) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج :۱، ص : ۲۳۲)

(47) أيضا، ج :۱، ص : ٣٤٦

(48) أيضا، ج :۱، ص : ٤٦٠

(49) أيضا، ج :۱، ص : ٤٦١

(50) أيضا، ج :۱، ص : ٤٦٠

(51) أيضا، ج :۱، ص : ٤٦١

(52) أيضا، ج :۳، ص : ٤٠٤

(53) أيضا، ج :۳، ص : ٥٠٢

(54) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج :1، ص : 212)

(55) الشَّيباني، **الحجة على أهل المدينةِ**، ج :1، ص : 229)

امام محمدؒ فرماتے ہیں:

"قال: فعجبا لقول أهل المدينةِ لا قضاء لمن أحصر بالعدو وهذه أحاديثهم تدل على غير ذلك، قال: وكان ابن أبي ذئب وابن شهاب عندهم غير متهمين في حديثهم". (56)

(9)عبدالرحمن بن ابی الزناد علم فرائض میں سب بڑے عالم تھے

امام محمدؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن ابی الزناد علم فرائض میں سب بڑے عالم تھے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں: "فكيف ترك أهل المدينةِ هذا الحديث وهو حديث عندي إنما رواه أهل المدينةِ وقد سألنا عبد الرحمن بن ابي الزناد **وكان من أعلمهم بالفرائض** فقَال هذا حديث رويناه وعرفناه ولكنا لا نأخذ به قيل له وهذا من الحجج عليك انك تدع الحديث عن رسول الله ﷺ". (۵۷)

(۱۰)ابن عمر، سعید بن جبیر اور علی رضی اللہ عنہم بہتر ہیں سعید بن المسیب سے

امام محمدؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ابن عمر، سعید بن جبیر اور علی رضی اللہ عنہم سعید بن المسیبؒ سے بہتر ہیں۔

"وقَال محمَّد بن الحَسَن لم يرو أن المقيم يتم الصلاة إذا أجمع على أربع ليال عن أحد من الناس نعلمه إلا سعيد بن المسيب وقد جاء عن ابن عمر وغيره خلاف ذلك أخبَرَنا هشيم عن جعفر بن اياس عن سعيد بن جبير (أنه كان إذا أجمع على إقامة خمسة عشر يوما أتم) وبلغنا عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه أنه كان يقول إذا أجمع على إقامة خمسة عشر يوما أتم الصلاة **فهؤلاء أحق أن نأخذ بقولهم من سعيد بن المسيب**". (58)

(۱۱)امام محمدؒ کا امام واقدی: محمد بن عمر (ت ۲۰۷ھ) پر اعتماد کرنا

امام محمدؒ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں امام واقدی پر اعتماد کیا ہے جو حدیث میں ضعیف ہے۔ علامہ کوثریؒ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

"وقَال ابن أبي حاتم عن أبيه - في الجرح والتعديل 7ص: 227- إن في كتاب السير لمحمَّد بن الحَسَن صاحب الرأى عن الواقدي أحاديث، فلم يضبطوا عن محمَّد بن الحَسَن، ورووا عن

(56) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :2، ص : 201

(57) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :٤، ص : ٢٣٢

(58) الشَّيباني ، **الحجة على أهل المدينةِ** ، ج :1، ص : 172

محمَّد بن الحَسَن عن الواقدي أحاديث وروى الباقي عن محمَّد بن الحَسَن عن مشايخ الواقدي مثل خارجة بن عبد الله بن سليمان بن زيد بن ثابت، وعن محمد بن هلال، وعن الضحاك بن عثمان. وهذا كله عن الواقدي، فجعلوه عن محمَّد بن الحَسَن عن هؤلاء المشايخ."اهـ

إن كان يريد بالكلام المذكور الطعن في تلك الأحاديث باعتبار أنها مروية بطريق الواقدي، فالواقدي وثقه غير واحد من الأقدمين، وإن طعن فيه أناس لأسباب، لكنها غير مقبولة عند هؤلاء. وإن كان يريد أنه يروي مرة عن الواقدي عن المشايخ، ثم يروي أحاديث أخر عن هؤلاء المشايخ مباشرة من غير توسط الواقدي، فما المانع من أن يكون محمد سمع أحاديث من الواقدي عن مشايخه، وسمع أحاديث أخر عن هؤلاء المشايخ مباشرة؟ ومحمد قديم الحج، وقد أدرك مَن هو في طبقة هؤلاء من مشايخ المدينة، كأسامة الليثي وعبيد الله العُمري وابن أبي ذئب.

قد قَال البدر العيني رواية عن أبي حفص: "إن الواقدي كان يأتي إلى محمَّد بن الحَسَن فيقرأ عليه محمد كتاب المغازي، ويقرأ عليه الواقدي كتاب الجامع الصغير. ومثله في "مناقب الكردري"-ص٤٢٤-. وهذا من رواية الأقران بعضهم في بعض، وكيف يستغني محمد عن مثل الواقدي في المغازي؟! ولم يستغن أبويُوسُف عن محمد بن إسحاق في ذلك.(۵۹)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ:

(۱) واقدیؒ کے ضعف پر اتفاق نہیں ہے، بلکہ بعض نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ کئی محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

(۲) امام واقدیؒ، امام محمدؒ کے معاصر ہیں، امام محمدؒ اُن سے مغازی میں استفادہ کرتے اور اور امام واقدیؒ، امام محمدؒ سے علم فقہ میں استفادہ کرتے تھے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ امام واقدیؒ مغازی میں امامت کے درجے پر فائز تھے، اس لیے امام محمدؒ پر اس بارے میں یہ اعتراض درست نہیں ہے۔

---

(59) الکوثری ، **بلوغ الأماني في سيرة الإمام محمد بن الحسن الشيباني**، ص١٦١- ١٦٢). واقدی کی توثیق کے بارے میں تفصیل بحث **قواعد فی علوم الحدیث** ص۳۴۶-۳۵۰

(۴) امام محمدؒ کے جرح کے اقوال

امام محمدؒ کا جہم بن صفوان اور جہمیہ پر رد:

اعتقاد کی وجہ سے جرح کا حکم کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے نزہۃ النظر میں اس کی مکمل تفصیل لکھی ملاحظہ ہو۔[60]
دوسری صدی میں مسلمانوں کا کئی فکری وعقائدی فرقوں سے واسطہ پڑا، ان میں سے سب سے بڑا فرقہ جہم بن صفوان (ت ۱۲۸ھ)[61] کا فرقہ تھا، جس کا خیال تھا کہ خدا تعالی کو ایسی صفات کے ساتھ متصف نہیں کرنا چاہئے جس کے ساتھ مخلوق متصف ہو سکتی ہے، اسی مذہب کے نتیجے میں قرآن کریم کی مخلوق ہونے کے قول کو تایید ملی۔ جہم بن صفوان اور اس کے فرقے کے بارے میں امام محمدؒ کے کئی نصوص موجود ہیں کہ انہوں نے اس پر واضح الفاظ میں رد کیا ہے۔ علامہ لالکائیؒ (۴۱۸ھ) نے اپنی کتاب "شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ" میں امام محمدؒ کے کئی اقوال نقل کئے ہیں، ملاحظہ ہوں:

(۱) قول امام محمدؒ: قرآن کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے

"(474) ... سأل رجل محمَّد بن الحَسَن عن القُرآن، مخلوق هو؟ فقال: القُرآن كلام الله وليس من الله شيء مخلوق".[62] [ایک شخص نے امام محمدؒ سے قرآن کے بارے میں پوچھا کہ قرآن مخلوق ہے کیا؟ توانہوں نے فرمایا کہ قرآن کلام اللہ ہے اور مخلوق بالکل نہیں ہے۔]

(۲) قول امام محمدؒ: قرآن کو مخلوق کہنے والوں کے پیچھے نماز مت پڑھو

(475) ... أبا سليمان الجوزجاني يقول: سمعت محمَّد بن الحَسَن يقول: **من قَال: القُرآن مخلوق ؛ فلا تصلوا خلفه.**[63] [امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو قرآن کو مخلوق کہے اس کے پیچھے نماز مت پڑھو"۔

(۳) قول امام محمدؒ: جہم بن صفوان کا قول اجماع کے خلاف ہے

(740) ... محمَّد بن الحَسَن يقول: **اتفق الفقهاء كلهم من المشرق إلى المغرب على الإيمان بالقُرآن والأحاديث التي جاء بها الثقات عن رسول الله ﷺ في صفة الرب عز وجل من غير تغيير ولا وصف ولا تشبيه، فمن فسر اليوم شيئا من ذلك، فقد خرج مما كان عليه النبي ﷺ**

---

(60) ابن حجر ، **نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر** ، ص: 126)

(61) جہم بن صفوان کے حالات کے ملاحظہ ہو: الزركلي ، الأعلام ، ج: 2 ، ص : 141.

(62) اللالكائي ، أبو القاسم ، هبة الله بن الحسن بن منصور ، (ت۴۱۸ھ) ، **شرح أصول اعتقاد أهل السنة و الجماعة** (السعودية : دار طيبة ، الطبعة الثانية : ١٤١١ه، تحقيق : أحمد سعد حمدان) ، ج:۱ص:۲۷۱.

(63) اللالكائي ، **شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة** ، ج : 1 ص: 271.

، وفارق الجماعة ، فإنهم لم يصفوا ولم يفسروا ، ولكن أفتوا بما في الكتاب والسنة ثم سكتوا ، فمن قَال بقول جهم فقد فارق الجماعة ؛ لأنه قد وصفه بصفة لا شيء. (64) وقَال النخعي: حدَّثنا محمد بن شاذان الجوهري، قَال: سمعت أبا سليمان الجوزجاني ومعلى بن منصور الرازي يقولان: **ما تكلم أبوحَنيفة ولا أبو يُوسُف ولا زفر ولا محمد ولا أحد من أصحابهم في القُرآن، وإنما تكلم في القُرآن بشر المريسي وابن أبي دؤاد، فهؤلاء شانوا أصحاب أبي حَنيفة.** (65)

[امام محمدؒ نے فرمایا کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ قرآن، احادیث پر ایمان لانا، اللہ کی صفات پر بغیر تغییر، وصف اور تشبیہ کے ایمان لانا ضروری ہے۔ جس نے ان میں سے کسی کی تفسیر کی تو نبی کریم ﷺ کی دین سے خارج ہو گیا اور اجماع کی مخالفت کی، کیونکہ اہل علم نے اس کی تشریح و تفسیر نہیں کی ہے، انہوں نے قرآن و حدیث میں موجود باتوں پر فتوی دیا ہے اور باقی خاموش ہوئے ہیں، جس نے جہم کا قول اختیار کیا اس نے اجماع کی مخالفت کی، کیونکہ جہم نے خدا تعالی کو صفت لا شئ کے ساتھ متصف کیا"۔ ابو سلیمان جوزجانی اور معلی بن منصور فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، امام محمدؒ اور ان کے شاگردوں میں سے کسی ایک نے بھی قرآن میں کلام نہیں کیا ہے، در اصل قرآن کے بارے میں بشر مریسی، ابن ابی دواد نے گفتگو کی، انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کو بدنام کیا۔]

(۴) قول امام محمدؒ: صفات باری تعالی پر ایمان لانا اور تاویل نہ کرنا

(741) ... عن محمَّد بن الحَسَن ، في الأحاديث التي جاءت : « إن الله يهبط إلى سماء الدنيا » ونحو هذا من الأحاديث : **إن هذه الأحاديث قد روتها الثقات ، فنحن نرويها ونؤمن بها ولا نفسرها.** (٦٦)

[شداد بن حکم نے امام محمدؒ سے اس جیسی احادیث کہ "اللہ تعالی آسمان دنیا کی طرف اترتے ہیں" فرمایا کہ یہ احادیث ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تفسیر بیان نہیں کرتے]۔

(۲) امام محمدؒ کا ہشام بن عروہ پر وہم کی جرح

ہشام بن عروہ امام ابو یوسف کے شیخ ہے، امام محمد نے ان کے واسطے سے ان سے کئی روایات نقل کئے ہیں۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ایک مقام پر مشہور راوی ہشام بن عروہ پر یہ کلام کیا ہے کہ اس کو وہم ہوا ہے۔ ڈاکٹر محمد

(64) اللالكائي ، **شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة** ، ج: 2 ، ص: 431.

(65) الخطيب البغدادي، **تاريخ بغداد** ، ج : 13، ص : 383.

(66) اللالكائي ، **شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة** ، ج : 2 ، ص: 431.

بوینو کالن لکھتے ہیں:

"يوجد في الأصل نقد لمتن حديث يرويه هشام بن عروة. ومضمون هذا النقد أن النبي – عليه الصلاة والسلام – لا يأمر بباطل ولا بما يؤدي إلى خداع أحد الطرفين، ولذلك فيحكم بوهم هشام وخطئه في رواية هذا الحديث".(٦٧) [**کتاب الاصل** میں بعض جگہ ہشام بن عروہؒ کے متن حدیث پر امام محمدؒ نے نقد کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ کسی غلط بات کا حکم نہیں کر سکتے اور نہ ایسی بات کا حکم کر سکتے ہیں جس میں طرفین میں کسی کو دھوکہ دہی ہو، اسی وجہ سے انہوں نے ہشام پر روایت حدیث میں وہم اور خطا کا حکم لگایا ہے]۔

سب سے پہلے امام محمدؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

باب اشتراط الولاء. محمد عن يعقوب عن محدث عن الزهري أن عبد الله بن مسعود – رضي الله عنه – اشترى من امرأته الثقفية جارية وشرط لها أنها لها بالثمن الذِي اشتراها إذا استغنى عنها. فسأل عُمَر – رضي الله عنه – عن ذلك. فقَال: أكره أن تطأها ولأحد فيها شرط(٦٨) **وكان حديث عمر أوثَق عندنا، وكان عُمَر أعلم بحديث رسول الله – ﷺ – من عائشة – رضي الله عنها –. ونرى أن حديث هشام هذا وهم من هشام؛ لأنه لا يأمر النبي – ﷺ – بباطل ولا يُغَرِّر. ولا يُعرَف حديث هشام، وهو عندنا شاذ من الحَديث.** (٦٩) [باب ولاء کی شرط کے بارے میں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے ایک باندی خریدی اور اس کے لیے اس ثمن کی شرط لگائی جس پر اس کو خریدا تھا، جب اس کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسی باندی جس میں شرط ہو اس کے ساتھ وطی جائز نہیں ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہمارے نزدیک زیادہ صحیح ہے، اور عمر رضی اللہ عنہ حدیث رسول کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علم والے تھے، اور حدیث ہشام میں ہشام سے وہم ہوا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ غلط بات اور دھوکہ کا حکم نہیں دے سکتے۔ اور ہشام کی حدیث غیر معروف ہے کیونکہ وہ حدیث میں شاذ ہے]۔

اس چھوٹی سی عبارت میں امام محمدؒ نے کئی علمی و تحقیقی تبصرے کئے ہیں: ایک تو ہشام بن عروہ کا وہم بتلایا ہے۔ دوسرا یہ کہ حدیث عمر کو زیادہ قوی بتلایا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

---

(67) محمد بوينو كالن، مقدمة الأصل، ص: 194۔

(68) ڈاکٹر محمد بوینو کالن تخریج میں لکھتے ہیں: (رواه الإمام محمد أيضاً عن مالك عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن مسعود. انظر: **الموطأ برواية محمد**، 3، ص: 249. وانظر: **الموطأ**، البيوع، 5، والآثار لأبي يوسف، 186؛ **والمصنف لعبد الرزاق**، 8، ص: 56؛ **والسنن الكبرى** للبيهقي، 5، ص: 336).

(69) الشَّيباني، **الاصل** 6، ص: 380-

بنسبت احادیث کے بڑے عالم تھے۔ تیسرے: حدیث ہشام شاذ ہے۔

وہم کے جرح کا مطلب:

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"ثم الوهم: -وهو القِسْم السادس، وإنما أُفْصِحَ به لطول الفصل- إن اطُّلِعَ عليه، أي الوهم، بالقرائن الدالة على وهَم راويه -مِن وصْلِ مرسلٍ أو منقطعٍ أو إدخالِ حديثٍ في حديثٍ، أو نحو ذلك مِن الأشياء القادحة، وتَحْصل معرفة ذلك بكثرة التتبع وجَمْع الطرق- فهذا هو المعلَّل. وهو مِن أَغْمضِ أنواعِ علومِ الحَديث وأدقِّها، ولا يقوم به إلا مَنْ رزقه الله تعالى فهماً ثاقباً، وحفظاً واسعاً، ومعرفةً تامة بمراتب الرواة، وملَكَةً قويةً بالأسانيد والمتون؛ ولهذا لم يَتكلم فيه إلا القليل مِن أهل هذا الشأن: كعلي". [۷۰] [وہم، جرح کی چھٹی قسم ہے، اگر قرائن سے راوی کا وہم معلوم ہو جائے جیسے مرسل یا منقطع کو متصل کرنا یا کسی ایک حدیث کو دوسرے میں داخل کرنا یا اس جیسا کوئی اور وہم، تو اس حدیث کو معلل کہتے ہیں، اور اس کی جانچ کا یہ طریقہ کثرت تلاش اور طرق واسانید کو اکھٹے کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ فن علوم حدیث کے انواع میں سے سب سے زیادہ مشکل اور دقیق ہے، جس کو خدا تعالی نے تیز فہم، وسیع حافظہ اور راویوں کے مراتب کے بارے میں مکمل معرفت دی ہو، وہی اس کو جان سکتا ہے۔ اسی وجہ سے محدثین میں سے بہت کم حضرات نے اس پر گفتگو فرمائی ہے جیسے امام علی بن المدینی ہو گئے]۔

ہشام بن عروہ کے حالات:

ہشام بن عروہ، ابو عبداللہ اور ابوالمنذر کنیت ہے، مشہور صحابی زبیر بن عوام کے پوتے تھے، ان کے والد عروہ بھی تابعی اور مدینہ کے ساتھ مشہور فقہا میں سے ایک تھے۔ ولادت: 61ھ ہے۔ صحابہ میں انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تھا، صحابہ میں انہوں نے صرف اپنے چچا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے شاگردوں میں ذہ میں یحییٰ بن سعید، ایوب سختیانی، امام مالک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ وفات: 146ھ ہے۔ ان کی توثیق اور بعض جرحوں کے بارے میں ملاحظہ ہو، حافظ ابن حجرؒ کی کتاب **تہذیب التہذیب**۔[71]

****

(70) ابن حجر ، **نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر** ، ص: 113)

(71) ابن حجر ، **تهذيب التهذيب** ، ج :11، ص : 44۔